رسالہ:۸

تلخیص: قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سایہ کی نفی میں کامل چاند)

ابو بنتین محمد فراز عطاری مدنی عفی عنہ

 +923212094919

youtube.com/farazattarimadani

facebook.com/farazattarimadani

پیش لفظ

الحمد للہ فتاوی رضویہ جلد 30 کے رسالوں کا آسان خلاصہ لکھنے کا سلسلہ جاری ہے۔ پچھلے رسالے **"سایہ نہیں کوئی"** میں بیان کیا گیا تھا کہ اس موضوع کی مزید تفصیل اگلے رسالے میں ہے لہذا اس رسالے میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کا بیان ہے۔ان شاء اللہ اس رسالے کے بعد جلد 30 کے آخری رسالے کی تلخیص کی نیت ہے اللہ پاک استقامت دے اور قبول فرمائے۔

تعارف

جب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں، اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تین رسالے تحریر فرمائے، یہ دوسرا رسالہ ہے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دلچسپ انداز میں اس مسئلے پر کلام کیا ہے۔

الجواب

بیشک سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اور یہ بات احادیث اور ائمہ کرام کے اقوال سے ثابت ہے، بڑے بڑے علما جن کی شاگردی اختیار کرنے کی اہلیت آج کل کے بے کار دعویداروں کے اندر نہیں بلکہ ان بزرگوں کی گفتگو سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں وہ علما ہمیشہ سے اپنی کتابوں میں اس مسئلے کی وضاحت کرتے رہے ہیں اور اس پر قرآن و حدیث سے دلائل بیان کرتے آئے ہیں۔ آج تک کسی عالم دین نے اس کا انکار نہ کیا یہاں تک کہ ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے دین میں نئی باتیں اور نئے عقائد نکالے اور اپنے نفس کی پیروی کی اور ان سب کی وجہ یہ تھی کہ ان کے

دل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت کے اقرار سے خالی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو مٹانے اور معجزات کے رد میں لگے رہتے یہاں تک کہ چاند کے دو ٹکڑے کرنے والے معجزے کا بھی بعض بدبختوں نے انکار کیا حالانکہ یہ تو قرآن پاک اور بخاری و مسلم کی احادیث سے ثابت ہے، مجھے حیرت ہے کہ انھوں نے ان سب باتوں میں اپنا کیا دینی و دنیاوی فائدہ دیکھا ہے۔

اے عزیز! ایمان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت سے ہی جڑا ہوا ہے اور جہنم کی آگ سے نجات انہی کی الفت پر منحصر ہے، جو ان سے محبت نہیں رکھتا خدا کی قسم ایمان کی خوشبو اس کے ناک تک نہیں آسکتی، وہ خود

فرماتے ہیں: تم میں سے کسی کو ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک میں اس کے

ماں باپ اور اولاد ہر چیز سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔(بخاری / مسلم)

اور یہ بات سورج سے زیادہ روشن کہ انسان ہر وقت اپنے محبوب کے فضائل کو

پھیلانے اور کثرت سے تعریف بیان کرنے میں لگا رہتا ہے اور اس کی تعریف

کی کوئی بات سنتا ہے تو کتنی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ سچی فضیلتوں کو مٹانا اور صبح و

شام اوصاف کے انکار میں رہنا دشمن کا کام ہوتا ہے نہ کہ دوست کا۔

پیارے بھائی! تم نے کبھی سنا ہے کہ جس کو تم سے سچی محبت ہے وہ تمہاری

اچھی بات سن کر ناراض ہو اور اس کو مٹانے کی فکر میں رہے اور پھر ہمارا محبوب

بھی کیسا ہے جو ایمان کی جان اور احسان کی کان ہے، جس کے حسن و جمال کی

مثال کہیں نہیں ملے گی اور قدرت کا قلم اس کی تصویر بنا کر رک گیا کہ پھر کبھی ایسا نہیں لکھے گا، کیسا محبوب جسے ان کے رب نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، کیسا محبوب جس نے اپنے کندھوں پر ایک عالم کا بوجھ اٹھا لیا، کیسا محبوب جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا چھوڑ دیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں اور فضولیات میں لگے ہو اور وہ تمہاری بخشش کے لئے دن رات غمگین، رات اللہ پاک نے سکون کے لئے بنائی، صبح قریب ہو ، ٹھنڈی ہوائیں آرہی ہوں ، ہر ایک کا دل اس وقت آرام کی طرف مائل ہوتا ہے ، بادشاہ اپنے گرم بستروں ، نرم تکیوں میں آرام کر رہے ہوتے ہیں اور جو غریب و نادار ہو اس کے بھی پاؤں دو گز کی چادر میں لمبے ہوتے ہیں، ایسے پیارے وقت ، ٹھنڈے زمانہ میں ، وہ معصوم ، بے گناہ اپنی راحت کو چھوڑ کر

آرام سے منہ موڑ کر اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں :

الٰہی! میری امت گناہ گار ہے، معاف فرما دے، اور ان کو دوزخ کی آگ سے

بچالے۔ جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ کی ولادت ہوئی تو اللہ پاک کی بارگاہ میں

سجدہ کیا اور عرض کی میری امت کا معاملہ میرے سپرد کردے، جب قبر

شریف میں اتارا گیا تو ہونٹ مبارک کو حرکت ہوئی، بعض صحابہ نے کان لگا کر

سنا تو آہستہ آہستہ امتی امتی فرما رہے تھے۔ قیامت کے دن جو بہت سختی کا دن

ہے ، تانبے کی زمین ، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے باہر ، سورج سروں پر ،

سائے کا پتہ نہیں ، حساب کا خوف ، اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضری ،سب اپنی

فکر میں گرفتار ہونگے ، مجرم بے یار و مددگار ، جدھر جائیں گے یہی سنیں گے کہ

آج ہمیں اپنی فکر ہے تم لوگ کہیں اور جاؤ، اس کے علاوہ کوئی جواب نہیں

پائیں گے۔ اس وقت یہی محبوب کام آئیں گے ، شفاعت کا تالا ان کے بازوؤں

کے زور سے کھل جائے گا، عمامہ سر مبارک سے اتاریں گے اور سر سجدے

میں رکھ کر یہی کہیں گے: اے میرے رب میری امت کو بخش

دے۔(مسلم)

ہائے بے انصافی ! ایسے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نام پر جان قربان کرنا اور

تعریف و توصیف اور فضائل بیان کر کے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو

ٹھنڈک دینا واجب ہے یا یہ کہ چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں کا انکار

ہی کرتا رہے۔مانا کہ ہمیں احسان ماننا اور اس کا بدلہ دینا نہیں آتا، نہ ہی دل

عشق کو سمجھتا ہے، مگر یہ عذر تو وہاں چلے گا جس کا احسان اگر نہ مانیں، اس کی

مخالفت کریں تو کوئی نقصان نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسے ہیں کہ ان کے نعلین کو بوسہ دیے بغیر (سچی غلامی اختیار کیے بغیر) جہنم سے نجات نہیں ملے گی، نہ ہی دنیا و آخرت میں کہیں پناہ مل سکے گی، پھر اگر ان کے حسن و احسان پر عاشق نہ ہو تو اپنے فائدے و نقصان کا ہی لحاظ رکھ لینا چاہیے۔

اے پیارے! آنکھوں میں انصاف کا سرمہ لگاؤ اور کانوں سے انکار کی روئی نکالو، پھر تمام اہل اسلام بلکہ ہر مذہب کے عقلمند لوگوں سے پوچھ کہ عاشقوں کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو آقا کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، کیا کثیر فضائل اور تعریفیں سن کر خوش ہو جانا چاہیے اور پھولے نہیں سمانا چاہیے یا ان کے اوصاف اور کمالات کی نفی و انکار کرنا چاہیے، اگر ایک سمجھ

دار انصاف پسند بھی تم سے کہہ دے کہ نہ تو تعریف بیان کرنا دوستی کا تقاضا

ہے نہ ہی رد کرنا غلامی کے خلاف تو تجھے اختیار ہے جو چاہے کر، ایسا نہ ہوا تو پھر

خدا اور سول سے شرما اور اس بے کار حرکت سے باز آجا، یقین مانو کہ محمد صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوبیاں تمہارے مٹانے سے نہ مٹیں گی۔

پیارے بھائی! اپنے ایمان پر رحم کر، اللہ پاک سے لڑائی نہ لے، وہ تمہارے

اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا تھا **"ورفعنا لک**

ذکرک"(الم نشرح:4)یعنی اے محبوب! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند

کیا، کہ جہاں ہماری یاد ہو گی تمہارا بھی چرچا ہو گا اور تمہاری یاد کے بغیر ایمان

ہر گز پورا نہیں ہو گا۔ آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نام

نامی سے گونجیں گے ، مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور واعظین اپنے

منبروں پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ درخت و پتھر ، انسان و

جانور ، چھوٹے بڑے جس طرح میری توحید کو بیان کریں گے ویسے ہی فصیح و

بلیغ زبان میں تمہاری رسالت کے بھی ترانے پڑھیں گے ، ہر طرف **لاالہ الا**

اللہ محمد رسول اللہ کاورد ہو گا، جو ہمیشہ کے بدبخت ہیں ان کے علاوہ سب

کلمہ توحید و شہادت پڑھیں گے ، یہاں فرشتوں کو اپنی تسبیح میں مشغول کروں

گا اور وہاں تم پر درود پڑھنے میں مصروف رکھوں گا۔ عرش و کرسی ، زمین و

آسمان ، جنت کے درختوں اور محلوں میں جہاں پر اللہ لکھوں گا محمد رسول اللہ

بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور رسولوں کو ارشاد فرماؤں گا کہ ہر وقت

تمہارا ذکر کریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور

دل کو سکون اور محفل کو آراستہ کریں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں تمہاری

تعریف و توصیف اور صورت کا حسن و سیرت کا کمال ایسی وضاحت سے بیان

کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں اور بغیر

دیکھے تمہارے عشق کی شمع ان کے کانوں، سینوں میں روشن ہو گی۔ ایک عالم

اگر تمہارا دشمن ہو کر تمہاری شان کم کرنے اور فضائل کو مٹانے کی کوشش

میں مشغول ہو تو میں قادر مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چل سکتا

ہے۔ اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہودی سینکڑوں سال سے اپنی کتابوں سے ان کا

ذکر نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور چاند پر مٹی ڈالتے ہیں تو اہل ایمان اس

بلند آواز سے ان کی نعت سناتے ہیں کہ سننے والا اگر انصاف کرے تو فورا پکار

اٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے ان کے فضائل کو مٹانے کی کوشش کی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور ان کی شان ہر وقت بڑھتی ہی رہی، پھر مناسب یہی ہے کہ تم اپنے اس مقصد سے ناامید ہو جاؤ ورنہ خدا کی قسم ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا بلکہ تو ہی برباد ہوگا تیرا ایمان ہاتھ سے جائے گا۔

اے پیارے! بزرگوں کا طریقہ اپنا لے اور ان کے نقش قدم پر چل، علماء دین کا طریقہ ایسے معاملات میں ہمیشہ تسلیم و قبول رہا ہے، جب کسی قابل اعتماد نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کر دیا اسے مرحبا کہہ لیا، یہاں تک کہ اگر خود احادیث میں اس کی اصل نہ پاسکے تو اپنے علم کا قصور جانا، یہ نہیں کہا کہ غلط ہے، باطل ہے، کسی حدیث میں وارد نہیں، نہ ایسا ہوا کہ جب حدیث سے

ثبوت نہیں ملا تو اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تحریروں میں اس

قابل اعتماد پر بھروسہ کر کے اسے لکھتے رہے، اور کیوں نہ ہو کہ عقل سلیم کا

تقاضا یہی ہے کہ جب ہم اسے قابل اعتماد مان چکے اور ایسے معجزے یا ایسی

خصوصیت کا ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ممکن ہے کہ اس سے بھی

زیادہ عجیب معجزات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت، اور ان کا رب اس سے

زیادہ عطا کرنے پر قادر ہے، اور ان کے لئے اس سے بہتر خصوصیات یقینا

موجود ہیں اور ان کی شان اس سے بھی بڑھ کر ہے، پھر انکار کی وجہ کیا ہے۔

ان وجوہات پر نظر کر کے سمجھ لیں کہ یقینا اس نے حدیث پائی، اگرچہ ہماری

نظر میں نہ آئی۔ بہر حال فقیر کا یہ دعوٰی اس شخص کے نزدیک بالکل واضح ہے

جو حدیث کی خدمت اور اس فن میں مشغول رہا اور اس راہ میں علماء کے

طریقے کو غور سے دیکھا مگر جن کو علم نہیں ان کو سمجھانے اور انکار کرنے

والوں پر الزام کے لئے چند مثالیں بیان کرتا ہوں۔

پہلی مثال: جسم اقدس و لباس انفس پر مکھی نہ بیٹھنا۔علامہ ابن سبع نے

خصائص میں ذکر فرمایا علماء نے واضح طور پر بیان کیا کہ اس کا راوی معلوم نہ

ہوا، اور باوجود اس کے بغیر انکار اپنی کتابوں میں اسے ذکر فرماتے آئے۔شفاء

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: مکھی آپ کے جسم اقدس اور لباس اطہر پر

نہ بیٹھی تھی۔امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں: قاضی

عیاض نے شفاء میں اور عراقی نے اپنی مولد میں ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر نہ بیٹھتی

تھی۔ابن سبع نے ان لفظوں سے ذکر کیا کہ مکھی آپ ﷺ کے کپڑوں پر کبھی نہ بیٹھی۔اور یہ بھی زیادہ کیا کہ جوئیں آپ ﷺ کو نہیں ستاتی تھیں۔(الخصائص الکبریٰ)

شیخ ملا علی قاری شرح شمائل ترمذی میں فرماتے ہیں: رازی نے نقل کیا کہ مکھیاں آپ ﷺ کے کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھیں اور مچھر آپ ﷺ کا خون نہیں چوستے تھے۔(شمائل ترمذی)

علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں علماء کا وہ قول جس کا راوی معلوم نہیں ہوا، نقل کیا اور اس خصوصیت کے بارے میں لکھا کہ ایک شرف ہے جو اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا اور چند اشعار لکھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ ﷺ بزرگ ترین، عظیم مٹھاس والے رسول ہیں، یہ عجیب بات

ہے کہ آپ ﷺ کی مٹھاس کے باوجود مکھی آپ ﷺ کے قریب نہ جاتی تھی اور کسی بھی صاحب نظر نے موجودات میں آپ ﷺ کی مٹھاس سے زیادہ مٹھاس نہ چکھی، اور بعض عجم کے علماء نے فرمایا کہ اس وجہ سے کلمہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سب حروف بے نقطہ ہوتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی، لہذا یہ کلمہ پاک ہر اعتبار سے نقطوں سے محفوظ رہا کہ نقطے میں مکھیوں کی شبیہ ہے۔

دوسری: ابن سبع نے حضور ﷺ کے خصائص میں کہا کہ جوں آپ ﷺ کو ایذا نہ دیتی۔ علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس طرح ابن سبع سے

نقل کیا اور بر قرار رکھا اور علامہ علی قاری شرح شمائل میں فرماتے ہیں: آپ ﷺ کے مبارک کپڑوں میں جوئیں نہیں ہوتی تھیں۔

تیسری: ابن سبع نے فرمایا جس جانور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوتے عمر بھر ویسا ہی رہتا اور حضور ﷺ کی برکت سے بوڑھا نہ ہوتا۔ علامہ سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں: ابن سبع نے کہا کہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے یہ تھا کہ آپ ﷺ جس جانور پر سوار ہوتے تو وہ عمر بھر ویسا ہی رہتا اور آپ ﷺ کی برکت سے بوڑھا نہ ہوتا۔ (الخصائص الکبریٰ)

چوتھی: ابو عبد الرحمن بقی بن مخلد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تیسری صدی کے بڑے علما میں سے ہیں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

حکایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جیسا روشنی میں دیکھتے تھے ویسا ہی تاریکی میں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کامل الخلقۃ، قوی الحواس تھے تو آپ ﷺ سے اس کیفیت کا واقع ہونا ناممکن نہیں، پھر اس کو ابن مخلد جیسے ثقات نے روایت کیا ہے لہذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ (نسیم الریاض)

پانچویں: اس سب سے زیادہ یہ ہے کہ حدیث شدید ضعیف ہونے کے باجود والدین مصطفی کو زندہ کرنا، وسعت قدرت و عظمت شان رسالت پر نظر کر کے گردن تسلیم جھکائی اور یہی کہا کہ ہم نے تسلیم کیا اور مانا۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا، حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی

اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب عقبہ حجون پر گزر ہوا تو حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور حضور ﷺ رنجیدہ و غمگین تھے، پھر کہیں تشریف لے گئے، جب لوٹ کر آئے تو چہرے پر خوشی کے آثار تھے اور لبوں پر مسکراہٹ تھی، میں نے وجہ پوچھی، فرمایا: میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا اور اللہ پاک سے عرض کیا کہ انہیں زندہ کر دے، وہ قبول ہوئی، اور وہ زندہ ہو کر ایمان لائیں اور پھر قبر میں آرام کیا۔(الخصائص الکبرٰی)

امام جلال الدین سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں: اس کی سند میں مجھول راوی ہیں، اور سہیلی نے ام المومنین سے والدین کو زندہ کرنے والی روایت ذکر کر کے کہا: اس کے اسناد میں مجھول راوی ہیں اور حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض۔ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اللہ پاک نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ اس کے اسناد میں مجہول راوی ہیں اور یہ حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض ہے۔ اسی مجمع بحارالانوار میں لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ مقاصد الحسنہ میں ہے اور انھوں نے کیا خوب بات لکھی کہ اللہ پاک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فضل پر فضل زیادہ عطا فرمائے اور ان پر نہایت مہربان تھا، پس ان کے والدین کو ان پر ایمان لانے کے لئے زندہ کیا اور اپنے فضل لطیف سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ پاک تو اس پر قدرت رکھتا ہے اگرچہ جو حدیث اس معنٰی میں وارد ہوئی، ضعیف ہے۔ (مجمع بحار الانوار)

اے عزیز! سنا تو نے، یہ طریقہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و محبت میں دین کے بڑے بڑے علما کا، نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو

معجزہ اور خصوصیت صحیح احادیث سے ثابت ہے اس سے انکار کریں اور بڑے

بڑے علماء ہمیشہ اپنی ان معتبر کتابوں میں جن کا مستند ہونا سورج کی روشنی سے

زیادہ واضح ہے وہ بغیر انکار اس کی صراحت کرتے آئے ہیں اور اس کے ساتھ

عقل سلیم نے ان پر وہ دلیلیں دی ہیں جن کا کوئی انکار نہ کرسکے، اور نہ یہ کہ جو

حق ثابت ہے اس کے رد پر اصرار کریں ، حالانکہ نہ ان حدیثوں میں کوئی

کمزوری ہے نہ کوئی اعتراض کیا گیا ہے، پھر اس بحث و انکار کا کیا علاج کیا جائے،

زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا سورج کو

اندھیرا کہے۔ آخر تم جو انکار کرتے ہو تو تمہارے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا

صرف اپنے منہ سے بول دیتے ہو، اگر بالفرض جو حدیثیں اس بارے میں آئی

ہیں وہ معتبر نہ ہوں اور جن جن علماء نے اس کی تصریح فرمائی انہیں بھی قابل

اعتماد نہ مانو اور جو واضح دلیلیں دی گئیں وہ بھی قابل اعتماد نہ سمجھی جائیں، لیکن انکار کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اور وجود سایہ کی کیا دلیل ہے، اگر کوئی حدیث اس بارے میں آئی ہو تو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمہیں الہام ہوا ہو تو بتاؤ، صرف ہم جیسوں پر قیاس کرنا تو ایمان کے خلاف ہے۔ وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف و احسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار درجہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں: میں تم جیسا نہیں"(بخاری / مسلم)

اور روایت ہے کہ "میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔"(بخاری / مسلم)

روایت ہے کہ "تم میں کون مجھ جیسا ہے۔"(بخاری / مسلم)

آخر علامہ خفاجی کو نہیں پڑھا، فرماتے ہیں: آپ ﷺ کا بشر ہونا اور نور ہونا منافی نہیں کہ اگر سمجھو تو وہ نور علی نور ہیں، پھر اس خیال فاسد پر کہ ہم سب کا

سایہ ہوتا ہے ان کا بھی ہو گا تو ثبوت سایہ کا قائل ہونا عقل و ایمان سے کس

درجہ دور پڑتا ہے۔

نوٹ: یہاں سے کچھ باتوں کا جواب جو اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں

اللہ پاک کی طرف سے ڈالا گیا اسے چند مقدمات میں بیان کیا جارہا ہے۔

مقدمہ اولٰی:

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نہایت ادب و وقار سے سر جھکائے ،

آنکھیں نیچی کئے بیٹھتے تھے ، بارگاہ رسالت ﷺ کے جلال کا رعب ان کے

پاکیزہ دلوں میں اتنا غالب ہوتا کہ اوپر نگاہ اٹھانا ممکن نہیں تھا۔

مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم حدیبیہ کے طویل قصے میں ذکر کرتے ہیں

کہ عروہ صحابہ کو غور سے دیکھ رہا تھا، اس نے کہا کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی

اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب بھی ناک سنکی تو کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑی

اور اس نے اپنے چہرے پر ملی اور اپنے جسم پر لگائی، جب آپ ﷺ نے حکم

دیا تو انہوں نے ماننے میں جلدی کی، جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو وہ وضو کا

پانی لینے پر لڑنے کے قریب ہو جاتے، اور جب گفتگو فرماتے تو صحابہ اپنی

آوازیں آہستہ کر لیتے اور آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ ﷺ کی

طرف نگاہ نہ کر پاتے تھے، تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور کہا کہ میں

قیصر و کسرٰی و نجاشی کے درباروں میں گیا مگر ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا جس کی

تعظیم اس کے ساتھی ایسے کرتے ہوں جیسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت

ان کے صحابی کرتے ہیں۔ (بخاری)

اسی وجہ سے حلیہ شریف میں اکثر بڑے بڑے صحابہ سے حدیثیں وارد نہیں

ہیں کہ وہ نگاہ بھر کر نہ دیکھ سکتے بلکہ نظر اوپر نہ اٹھاتے بلکہ اس معنٰی میں کسی

حدیث کے وارد ہونے کی بھی حاجت کیا تھی، عقل سلیم خود گواہی دیتی ہے کہ

چھوٹے چھوٹے نوابوں اور سرداروں کے دربار کے حاضرین ان کے ساتھ

کس ادب سے پیش آتے ہیں، اگر کھڑے ہیں تو نگاہ قدموں سے آگے نہیں

بڑھتی، بیٹھے ہیں تو گھٹنوں سے آگے نہیں بڑھتے، خود اس حاکم سے آنکھیں

نہیں ملاتے، آگے پیچھے ادھر ادھر دیکھنا تو بڑی بات ہے حالانکہ اس ادب کو

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ادب سے کوئی نسبت نہیں، ایمان تو صحابہ

علیھم الرضوان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ مضبوط تھا اور حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی بارگاہ کی حاضری ان کے نزدیک زمین اور آسمان کے بادشاہ کی بارگاہ

کی حاضری کی طرح تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ خود قرآن کریم نے انہیں کئی جگہ

پر کان کھول کھول کر سنا دیا کہ ہمارا اور ہمارے محبوب ﷺ کا ادب ایک

ہے، ان کا اطاعت گزار ہمارا فرمانبردار اور ان کا نافرمان ہمارا گنہگار، ان سے

الفت ہمارے ساتھ محبت اور ان سے رنجش ہم سے دشمنی، ان کی تکریم ہماری

تعظیم اور ان کے ساتھ گستاخی ہماری بے ادبی، لہذا جب بارگاہ رسالت

ﷺ کی حاضری حاصل ہوئی، دل صحابہ کے خوف خدا سے بھرے ہوئے اور

گردنیں جھکی ہوئی اور آنکھیں نیچی اور آوازیں آہستہ اور اعضاء رک

جاتے۔ ایسی حالت میں نظر دوسروں کی طرف کب ہو سکتی ہے جو سایہ کے

ہونے نہ ہونے کی طرف خیال جاتا اور یقینا ایسے با ادب، ہر وقت تعظیم کرنے

والے لوگوں کی نظر اپنے محبوب کی طرف بلا وجہ اور بلا سبب نہیں پڑے گی

بلکہ اس حالت میں اس مقصود کی طرف توجہ ہو گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا حسن و جمال کیسا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اعمال کیا ہیں،

تاکہ خود بھی ان کی پیروی کریں اور جو موجود نہیں ان تک روایت پہنچائیں کہ

وہ شریعت کے محافظ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کہ حاضری سے

ان کا اصل مقصد یہی تھا، جب نگاہ اس رعب و ہیبت اور اس ضرورت و حاجت

کے ساتھ اٹھے گی تو عقل گواہ ہے کہ ایسی حالت میں ادھر ادھر دھیان نہیں

جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہمیں نظر نہیں آیا، کیا یہ بات نہ سنی

کہ صحابہ میں سے کوئی نماز میں مصروف ہوتے، تکبیر کہتے ہی دنیا سے بھی توجہ

ہٹا لیتے، کوئی چیز سامنے ہو تو بھی معلوم نہیں ہوتا تھا، اور کیسا ہی شور پڑ جائے انہیں بالکل خبر نہیں ہوتی تھی، یہی حالت صحابہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھی۔

اے عزیز! اس میں زیادہ غور و فکر بیکار ہے، ہاں تو اپنے ہی بارے میں غور کر، اگر کسی مقام پر رعب و ہیبت کے عالم میں تیرا گزر ہوا ہو، وہاں جو کچھ سامنے نظر آتا ہے اسے بھی اچھے طریقے سے نہیں سمجھ سکتا، نہ ہی ایسی چیز کی طرف خیال کرے گا جو موجود نہ ہو مثلاً تجھے وزیر اعظم سے کوئی ذاتی معاملہ پیش آئے جس کی فکر تمہیں ہر چیز سے بڑھ کر ہو اور اس کے دربار تک تم پہنچ جاؤ اور اپنا حال سناؤ تو پہلے تو تمہیں وزیر اعظم کا رعب اور اپنے مسئلہ کی طرف

گہری توجہ دوسری چیزوں کی طرف مائل ہونے سے روکے رکھے گی، پھر تم

واپس آؤ اور تم سے سوال ہو کہ وہاں دیواروں میں ماربل تھا یا سنگ مرمر اور

صوفے کا رنگ پیلا تھا یا لال، ہر گز کسی ایک بات کا بھی جواب نہیں دے سکو

گے بلکہ یہی پوچھ لیا جائے کہ بادشاہ کا سایہ تھا یا نہیں تو اگرچہ تمام آدمیوں پر

قیاس کر کے بول بھی دے کہ تھا لیکن اپنے دیکھے ہوئے سے جواب نہیں

دے سکے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تو شروع سے آخر تک جو ہیبت

طاری رہی اس کا اندازہ کرنے سے ہم عاجز ہیں تو کیسے ان کی نگاہ اوپر اٹھتی اور

کیسے انہیں پتا چلتا کہ سایہ تھا یا نہیں۔ اپنے طور پر قیاس کر کے یہ نہ کہا جائے

کہ آہستہ آہستہ ان کی اس حالت میں کمی ہو گئی ہو گی بلکہ یہ کیفیت تو دن بدن

بڑھتی ہی گئی کیونکہ اس کے پیچھے دو اسباب ہیں: ایک تو اس عظمت کے تصور

سے آنے والی ہیبت جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کی بارگاہ سے حاصل ہے۔ دوسرا یہ کہ ایمانی محبت کے لئے خشوع لازم ہے، ظاہر ہے جتنی دربار رسالت ﷺ میں حاضری زیادہ ہوتی یہ معاملہ بڑھتا ہی جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور لطف و رحمت دیکھنے میں آتے، حسن و احسان کے تازہ جلوے ہر وقت نظر میں ہوتے، قرآن سامنے نازل ہوتا اور مختلف انداز سے بارگاہ رسالت ﷺ کے آداب سکھائے جاتے اور فرمایا جاتا کہ ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہی ہے، ان کے سامنے آواز بلند کرنے سے عمل ضائع ہو جاتے ہیں، انہیں نام سے پکارنے والے سخت سزائیں پاتے ہیں، اپنے جان و دل کا انہیں مالک سمجھو، ان کے ہاتھ میں ایسے ہو جاؤ جیسے زندہ کے ہاتھ میں مردہ، ہمارا ذکر ان کے ذکر کے ساتھ ہے، ان کی رحمت ہماری مہربانی ہے، ان

کی ناراضی ہمارا غضب ہے، جس قدر حاضری زیادہ ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بڑھتی جاتی اور خشوع و خضوع اور رعب و ہیبت بڑھتا ہی چلا جاتا۔ اللہ پاک نے فرمایا: **زَادَتۡهُمۡ إِيمَانًا** ترجمہ: آیات ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ (انفال:2) اور ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کا نام ہے۔

مقدمہ ثانیہ:

بالکل ظاہر ہے کہ آدمی بلاوجہ کسی بات کی تفتیش کے پیچھے نہیں پڑتا اور جو بات عام ہو اور تمام آدمی اس میں برابر ہوں تو کسی خاص شخص میں قصداً اس بات کی طرف غور نہیں کرتا، مثلاً ہر ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہونا ایک عام بات ہے لہذا

بلاوجہ کسی آدمی کی انگلیوں کو کوئی شخص اس خاص مقصد سے نہیں دیکھتا کہ اس کی انگلیاں پانچ ہیں یا کم، ہاں اگر پہلے سے سن رکھا ہو کہ فلاں کی انگلیاں چار ہیں یا چھ ہیں تو اس صورت میں ضرور وہ ارادہ کر کے دیکھے گا۔ اسی طرح سایہ ایک عام سی بات ہے، اگر بعض آدمیوں کا سایہ پڑتا اور بعض کا نہ پڑتا ہوتا تو ضرور اس طرف دھیان جاتا کہ دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی سایہ ہے یا نہیں، نہ اس بات سے کوئی شرعی حکم وابستہ تھا جس کی اتباع و اقتدا کرنی تھی۔ یہ کیفیت تو اس وقت کی تھی جب صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے اور جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر یا ہمراہ ہونے کی سعادت ملتی تو وہاں ان وجوہات کے علاوہ ایک اور وجہ بھی تھی کہ اکثر صحابہ کرام کو آگے چلنے کا حکم ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے

پیچھے چلتے۔ترمذی نے شمائل کی حدیث طویل میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا: یعنی حضور ﷺ صحابہ کرام کو اپنے آگے چلاتے۔(شمائل ترمذی)

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا: میں نے نہیں دیکھا کہ دو آدمی بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے چلے ہوں۔(مسند احمد بن حنبل / سنن ابن ماجہ)

جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا: صحابہ کرام نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے چلتے اور پشت اقدس فرشتوں کے لئے چھوڑتے ۔(سنن ابن ماجہ / مسند احمد بن حنبل)

دارمی نے بہ اسناد صحیح مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میری پیٹھ فرشتوں کے لئے چھوڑ دو۔ (سنن الدارمی)

مقدمہ ثالثہ:

ہماری پچھلی گفتگو سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل کسی کو اس معجزے کی خبر نہ ہو اور کوئی اسے روایت نہ کرے، کم عمر بچوں کو بعض اوقات اس قسم کی ہمت حاصل ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے حلیہ شریف کی اکثر احادیث ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وارد ہوئیں نہ کہ اکابر صحابہ سے۔ ترجمہ ابن ابی ہالہ میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں: ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس پرورش پانے والے تھے۔ آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی

اللہ تعالٰی عنہا کے ماں شریک بھائی اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالی تعالی عنہما کے ماموں تھے۔ آپ کم عمری میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو جی بھر کر دیکھتے اور چہرہ اقدس پر ہمیشہ نظریں جمائے رکھتے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ تعالی علیہ وسلم کے حلیہ کا وصف ہند بن ابی ہالہ کے ذریعے مشہور ہوا نہ کہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے کیونکہ بڑے صحابہ شان و عظمت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظریں نہیں جما سکتے تھے۔ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالی عنہ کی نظریں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یوں گھیر لیتیں تھیں جیسا کہ دائرہ چودھویں کے چاند کو اور کلیاں کھجوروں کو گھیر

لیتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت مبارک ہو مگر اس کے باوجود جو کچھ

ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان فرمایا وہ ایسے ہی ہے جیسے سمندر سے

ایک قطرہ۔(نسیم الریاض)

مقدمہ رابعہ:

صحابہ کرام میں ہزاروں ایسے ہیں جنہیں زیادہ عرصہ حضور ﷺ کی صحبت نہ

ملی اور بہت سے ایسے ہیں جن کو ہجوم کی وجہ سے زیارت کا شرف نہیں

ملا۔ مدینے کے باہر سے گروہ آتے اور بہت جلد واپس چلے جاتے، ایسی صورت

اور مجمع کی کثرت میں سایہ کی طرف دھیان جانا اور سایہ کے نہ ہونے پر توجہ

کرنا ضروری نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ زیادہ لوگوں میں ایک کا سایہ دوسرے

سے ممتاز نہیں ہوتا اور کسی خاص شخص کی طرف نسبت کرنا کہ ان کا سایہ ہے یا

نہیں یہ مشکل کام ہے۔اس کے علاوہ یہ کس نے لازم قرار دیا کہ ان وقتوں

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ یا چاندنی میں تشریف فرما ہوں، کیا مدینہ

طیبہ میں سایہ دار مکان نہیں تھے؟ احادیث سے ثابت کہ سفر میں صحابہ کرام

حضور کے لئے سایہ دار پیڑ چھوڑ دیتے اور جو کہیں سایہ نہ ملتا تو کپڑے وغیرہ کا

سایہ کرلیا کرتے جیسا کہ مدینہ طیبہ میں پہلی مرتبہ تشریف لانے کے دن اور

حجۃ الوداع میں واقع ہوا اور بعثت سے پہلے تو بادل سایہ کے لئے تھا ہی، جب

چلتے ساتھ چلتا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا،

اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ان کے غلام میسرہ نے فرشتوں

کو سر اقدس پر سایہ کرتے دیکھا اور سفر شام میں آپ ﷺ کسی کام کے لئے

تشریف لے گئے تھے تو لوگوں نے پیڑ کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور ﷺ دھوپ میں بیٹھ گئے سایہ حضور ﷺ پر جھک گیا۔ بحیرا جو عیسائیوں کا عالم تھا اس نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف جھک رہا ہے، اور بعض سفروں میں خشک درخت کے نیچے بیٹھے تو فورا حضور ﷺ کے قریب کی زمین سرسبز ہو گئی اور پیڑ سبز ہو گیا، شاخیں اسی وقت بڑھ گئیں اور اپنی بلندی کی حد کو پہنچ کر سائے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لٹک آئیں۔ یہ سب حدیثیں کتب سیر میں تفصیلا مذکور ہیں۔ اب وہ لوگ رہ گئے جن کو صحبت بھی کافی ملی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج، چاند یا چراغ کی روشنی میں ایسی حالت میں دیکھا کہ لوگ بھی کم تھے اور سایہ پڑنے کی جگہ پر نظر بھی کی اور سمجھا بھی کہ جسم انور کا سایہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا احساس جن کو ہوا وہ بہت کم ہیں، پھر جن

کو ہوا اس میں بھی ہر ایک کا اس کو روایت کرنا بھی ضروری نہیں۔ خادم حدیث

پر سورج کی روشنی کی طرح یہ بات واضح ہے کئی معجزات حضور صلی اللہ علیہ

وسلم سے مختلف غزوات اور سفروں میں واقع ہوئے اور ان کو ہزاروں لوگوں

نے دیکھا مگر ہم تک روایت چند سے پہنچی۔ واقعہ حدیبیہ میں انگلی مبارک سے

پانی کا دریا کی طرح جوش مارنا اور چودہ پندرہ سو آدمی کا اسے پینا اور وضو کرنا اور

باقی کو جمع کر کے دعا فرمانا اور اس سے لشکر کے سب برتن بھر دینا اور اتنا ہی

باقی بچ جانا، یہ معجزات یقینا چودہ پندرہ سو لوگوں کے سامنے ظاہر ہوئے اور

سب نے اس کو دیکھا مگر چودہ نے بھی اسے روایت نہیں کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ایک تحفہ ہے جس کی وجہ سے ہم عقل و نقل

اور حدیث و علما کی پیروی کو ترک نہیں کر سکتے، کیا یہ بڑے بڑے علما اتنی بات

نہیں سمجھتے تھے یا انھوں نے جان بوجھ کر اللہ و رسول پر جھوٹ باندھنا گوارا

کیا،**لا حول ولا قوۃ الا باللہ**، بلکہ اس سایہ نہ ہونے کی حدیث میں ایک

راوی ذکوان ہیں اور وہ تابعی مستند ہیں۔

________مکمل ہوا________

نوٹ: الحمد للہ ! اب تک 23 کتابیں پی ڈی ایف کی صورت میں آچکی ہیں جن میں سے 8 اعلی

حضرت کے رسالوں کی تلخیص ہیں جن کے نام یہ ہیں:

(۱) نبی ہمارے بڑی شان والے (تلخیص تجلی الیقین)

(۲) والدین مصطفی جنتی جنتی (تلخیص شمول الاسلام)

(۳) دافع البلاء (تلخیص الامن والعلی)

(۴) نبی مختار کل ہیں (تلخیص منیہ اللبیب)

(۵) دیدار خدا (تلخیص منبہ المنیہ)

(٦)نور مصطفی ﷺ (تلخیص صلات الصفا)

(۷)سایہ نہیں کوئی (تلخیص نفی الفیئ)

باقی کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۸)خلاصہ تراویح (۳۰ پاروں کا اردو خلاصہ)

(۹)ھدایۃ البریۃ فی شرح الاربعین النوویہ (اربعین نوویہ کا اردو ترجمہ مع شرح)

(۱۰)اعلی حضرت اور فن شاعری

(۱۱)غزوہ بدر اور فضائل اہل بدر

(۱۲)جنت البقیع میں آرام فرما چند صحابہ کرام

(۱۳)درس سیرت

(۱۴)پیارے نبی کے پیارے نام

(۱۵)الادعیۃ النبویہ من الاحادیث المصطفویۃ (نبوی دعائیں)

(۱۶)قواعد المیراث (۱۷)شان ابو بکر (۱۸)خلافت فاروق اعظم (۱۹)فیضان عثمان غنی

(۲۰)سیرت عبد اللہ شاہ غازی (۲۱)قیام پاکستان اور علماء اہلسنت (۲۲)واقعہ کربلا (مختصر)

(۲۳)ھدایۃ البریۃ فی شرح الاربعین النوویہ (اربعین نوویہ کا اردو ترجمہ مع شرح)

میری دیگر تحریرات پڑھنے کے لئے ان لنکس پر جائیں 👇

https://archive.org/details/@farazattari26

الحمدللہ! مختلف کورسز کا سلسلہ بھی ہوتا رہتا ہے چند یہ ہیں:

(۱)فیضان بہار شریعت (۲)وارثت کورس (۳)توقیت کورس (۴)نماز کورس

(۵)زکوۃ کورس (۶)روزہ کورس (۷)چالیس احادیث (۸)باطنی بیماریوں کا علم

(۹)اصول حدیث (۱۰)اصول تفسیر (۱۱)چالیس احادیث (۱۲)سیرت علماء اہلسنت